بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ضمیمہ جات بابت پارۂ یازدہم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۳۲۲

کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ کہ جب آیہ زکوٰۃ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً ماہِ مبارک رمضان میں نازل ہوئی تو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منادی کو حکم دیا کہ تمام آدمیوں کو خبر دیدے کہ تم پر اللہ نے نماز کی طرح زکوٰۃ بھی واجب فرما دی ہے پس منادی نے آواز دی اے مسلمانو! خدا نے تم پر اونٹ۔ گائے۔ بکری۔ جو۔ گیہوں۔ خرما۔ انگور (کشمش و منقے) میں زکوٰۃ فرض کی ہے۔ ان کے سوا اور چیزوں میں معافی دی ہے۔ حضرت فرماتے ہیں پھر اُن مسلمانوں کے مالوں میں سے کوئی چیز جناب رسول خدا کے پاس نہیں آئی یہانتک کہ ایک سال ختم ہوگیا (اور دوسرا ماہ رمضان آگیا) پس اُن لوگوں نے روزے رکھے۔ جب عید الفطر آئی تو حضرت نے پھر منادی کو ندا کرنے کا حکم دیا۔ منادی نے (مدینہ کے) تمام مسلمانوں میں پکار دیا اے مسلمانو! اپنے مالوں کی زکوٰۃ نکالو کہ تمہاری نمازیں قبول ہوں۔ پھر حضرت نے مال زکوٰۃ تحصیل کرنے کے لئے عاملوں اور خراج زمین وصول کرنے والوں کو ان کے پاس بھیجا۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں جن لوگوں کا گمان یہ ہے کہ امام (زمانہ) آدمیوں کے مال کا محتاج ہے۔ وہ کافر ہیں بلکہ وہ خود محتاج ہیں کہ امام اُن کے مالوں کو قبول کرے۔ چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا اُن کے مالوں میں سے زکوٰۃ لیلو کہ اُن کو بھی پاک کردو اور اس زکوٰۃ لینے کی وجہ سے اُن کے مال کو بڑھا دو۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۳۲۲

تفسیر عیاشی میں ہے کہ جب جناب امام زین العابدین علیہ السلام کسی سائل کو کچھ عطا فرماتے تھے تو اُس کے ہاتھ پر بوسہ دیتے تھے۔ کسی نے عرض کیا اے مولا آپ کس لئے سائل کے ہاتھوں کو بوسہ دیا کرتے ہیں۔ حضرت نے جواب دیا وجہ یہ ہے کہ صدقہ پہلے خدا کے پاس پہنچتا ہے پھر بندہ کے ہاتھ میں جاتا ہے۔ خدا نے ہر چیز پر ایک فرشتہ موکل کر دیا ہے مگر صدقہ پر کسی کو مقرر نہیں کیا پس وہ خدا ہی کے ہاتھ میں جائیگا۔ راوی کہتا ہے میرا گمان یہ ہے کہ وہ جناب روٹی یا درہم کو بوسہ دیا کرتے ہونگے۔ کافی اور تفسیر عیاشی میں ہے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار جب کسی کو کچھ صدقہ دیتے تھے تو اُس کے ہاتھ میں رکھنے کے بعد اُٹھا لیتے تھے اور بوسہ دیکر سونگھتے تھے پھر اُسی کو دیدیتے تھے۔ الخصال میں ہے جناب امیر المومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جب تم کسی سائل کو صدقہ دو تو اُس سے دعا کا التماس کرو کیونکہ اُس کی دعا تمہارے حق

میں قبول ہوگی اور اُس کے اپنے لیے قبول نہیں ہوگی۔ جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ایک دن میں نے ایک دینار صدقہ میں دیا تو جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد کیا یا علیؑ کیا تم کو خبر نہیں ہے کہ صدقہ جب مومن کے ہاتھ سے نکلتا ہے تو ستر شیطانوں کے جبڑوں کو توڑ دیتا ہے۔ اور سائل کے قبضہ میں جانے سے پہلے پروردگار کے ہاتھ میں پہنچتا ہے چنانچہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے اَلَمۡ یَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ ہُوَ یَقۡبَلُ التَّوۡبَۃَ عَنۡ عِبَادِہٖ وَ یَاۡخُذُ الصَّدَقٰتِ الخ کیا اُنھوں نے یہ نہیں جانا کہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور (اُن سے) صدقات لے لیتا ہے معلےٰ ابن خنیس سے منقول ہے کہ ایک رات جناب امام جعفر صادق علیہ السلام دولتسرا سے برآمد ہوئے۔ اُس وقت کچھ بوندیاں پڑ رہی تھیں پس وہ جناب بنی ساعدہ کی جھونپڑیوں کی طرف چل نکلے۔ میں بھی پیچھے پیچھے ہولیا۔ ناگاہ کوئی چیز حضرتؑ کے دستِ مبارک سے چھوٹ پڑی۔ حضرت نے بِسۡمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اُرۡدُدۡہُ عَلَیۡنَا فرمایا یعنی میں اللہ کا نام لیتا ہوں۔ خدایا تو اس چیز کو میری طرف پھیر دے۔ اتنے میں یہ غلام بھی اُن جنابؑ تک پہنچ گیا۔ میں نے سلام عرض کیا۔ حضرتؑ نے (جوابِ سلام دیکر) فرمایا کہ تو معلےٰ بن خنیس ہے میں نے عرض کیا جی ہاں۔ اے مولا میں آپ پر فدا ہو جاؤں۔ حضرتؑ نے فرمایا اے معلےٰ ذرا اس جگہ اپنے ہاتھ سے ٹٹولو جو کچھ تمہیں ملے وہ مجھے دے دو۔ میں نے جو تلاش کیا تو روٹیاں پھیلی ہوئی پائیں۔ پس میں ایک ایک دو دو کرکے اُٹھانے لگا۔ اُن جناب کے ہاتھ میں ایک زنبیل تھی جس کے بوجھ سے وہ حضرتؑ تھک گئے تھے۔ میں نے عرض کیا اے مولا میں آپ پر فدا ہو جاؤں۔ یہ زنبیل حضور میرے حوالے کردیں (میں اسے پہنچادوں گا) حضرتؑ نے جواب دیا اے معلےٰ (ابن خنیس) میں بہ نسبت تمہارے اس کام کے کرنے کا زیادہ حقدار ہوں۔ البتہ تم میرے ہمراہ چلے چلو۔ پس ہم دونوں قبیلۂ بنی ساعدہ کے جھونپڑے پر پہنچ گئے۔ دیکھا ہم نے کہ ایک جماعت پڑی ہوئی سو رہی ہے۔ پس حضرتؑ نے آخر تک کسی کے پاس ایک روٹی کسی کے پاس دو روٹیاں چھپادیں۔ یہانتک کہ جب وہ جناب واپس ہوئے میں نے عرض کیا اے مولا کیا انہیں معلوم ہو جائے گا کہ آپ نے اُن کے پاس روٹیاں رکھی ہیں۔ حضرتؑ نے جواب دیا نہیں۔ اگر وہ جان لیتے تو ہم پر یہ بھی لازم تھا کہ ہم روٹی کے ساتھ نمک بھی اُن کو دیتے۔ (آگاہ ہو جا کہ) خداوندِ عالم نے جتنی چیزیں پیدا کی ہیں ہر ایک کے لئے ایک خازن مقرر کیا ہے جو اُسے محفوظ (جمع) رکھتے مگر صدقہ کا حافظ خود خدا ہے۔ میرے پدر بزرگوار جب کسی کو صدقہ دیتے تھے تو سائل کے ہاتھ میں رکھ کے واپس لیتے تھے اور بوسہ دیکے سونگھتے تھے پھر اُسی سائل کو عطا فرما دیتے تھے۔ وجہ یہ ہے کہ صدقہ پہلے خدا کے ہاتھ میں پہنچتا ہے پھر سائل کے ہاتھ میں جاتا ہے پس مجھے یہی مناسب ہے کہ میں صدقے کو چوم لیا کروں کہ وہ خدا کے ہاتھ میں گیا ہے۔ اور (آگاہ ہو جا کہ) رات کے وقت صدقہ دینا خدا کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ بڑے بڑے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ حسابِ (قیامت) میں آسانی پیدا کر دیتا ہے اور دن میں صدقہ دینا مال کو زیادہ کرتا ہے اور عمر کو

بڑھاتا ہے۔ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں۔ دو چیزوں میں کسی کی شرکت مجھے اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ ایک وضو ہے جو میں اپنی نماز کے لئے کرتا ہوں دُوسرے صدقہ ہے جو خدا کے ہاتھ میں جاتا ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۲۲۳

تفسیر قمی میں سماعہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو تکلیف پہنچاتے ہو۔ ایک شخص نے عرض کیا ہم کیونکر آنحضرتؐ کو رنج پہنچاتے ہیں۔ حضرت نے جواب دیا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے اعمال نامے آنحضرتؐ کی حضور میں پیش کئے جاتے ہیں۔ پس جبکہ آنحضرتؐ کی نظر تمہارے گناہ پر پڑتی ہے تو غمگین ہو جاتے ہیں۔ پس تم لوگوں کو لازم ہے کہ جناب رسولِ خدا کو صدمہ نہ پہنچایا کرو بلکہ آنحضرتؐ کو خوش کیا کرو۔ عبداللہ بن ابان زیات (روغن فروش) غریب الغربا جناب امام علی بن موسی الرضا علیہ السلام کے پاس ٹھیرا ہوا تھا۔ ایک دن اُس نے عرض کیا اے مولا آپ میرے حق میں اور میرے عیال کے لئے دُعا فرمائیں۔ حضرتؑ نے جواب دیا کیا میں تمہارے واسطے دُعا نہیں کیا کرتا ہوں۔ خدا کی قسم تمہارے اعمال ہر شب و روز میرے سامنے پیش ہوتے ہیں۔ عبداللہ کہتا ہے۔ یہ بات مجھے دشوار معلوم ہوئی (یعنی میری سمجھ میں نہ آئی) حضرتؑ نے فرمایا تو نے کتاب خدا میں آیہ قُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ نہیں پڑھا ہے۔ مُومنون سے واللہ علی بن ابیطالب (اور ہم آئمہ) مراد ہیں جمیل بن دراج کہتا ہے۔ چند راویوں نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ امام کے بارے میں کچھ کلام نہ کیا کرو۔ کیونکہ امام علیہ السلام اگرچہ اپنی والدۂ گرامی کے شکم مبارک میں ہوں۔ ہر شخص کی باتوں کو سُن لیتے ہیں۔ جب اُن کی ولادت ہوتی ہے تو ایک فرشتہ اُن کی دونوں آنکھوں کے مابین یہ آیت لکھ دیتا ہے وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ (دیکھو صفحہ ۲۲۶ سطر ۱) پس جب وہ منصب امامت پر فائز ہوتے ہیں تو ہر بستی میں ایک منارہ نور کا قائم کیا جاتا ہے جس کی روشنی میں بندوں کے اعمال کو وہ دیکھ لیتے ہیں۔ یزید عجلی کہتا ہے کہ میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا پس میں نے دریافت کیا اے مولا آیہ اِعْمَلُوا فَسَيَرَى اللهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ ط میں مومنوں سے مراد کون ہے؟ حضرتؑ نے جواب دیا اس سے ہم اہل بیتِ رسالت مراد ہیں۔ محمد بن مسلم کہتے ہیں میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا اے مولا آیا بندوں کے اعمال جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سامنے پیش ہوتے ہیں؟ حضرتؑ نے جواب دیا بیشک کیا تم نے قول باری تعالےٰ اِعْمَلُوا فَسَيَرَى اللهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ میں غور نہیں کیا خدا نے اپنی مخلوق پر اپنے گواہ مقرر کئے ہیں۔ عبداللہ ابن ابان کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام

علی الرضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اے آقا آپ کے دوستوں میں سے ایک جماعت نے مجھے سفارشی بنایا ہے کہ آپ اُن کے حق میں دُعا فرمائیں۔ حضرتؑ نے فرمایا واللہ میں ہر روز اُن کے اعمال خدا کی حضور میں پیش کیا کرتا ہوں۔ ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا اے مولا ابوالخطاب یوں کہتا تھا کہ جناب رسُول خدا کے سامنے ہر پنجشنبہ کو آپ کی اُمت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا ایسا نہیں ہے بلکہ آنحضرتؐ کے سامنے اُن کی کُل اُمت کے اعمال خواہ وہ نیک ہوں یا بد ہر صُبح کو پیش ہوتے ہیں پس تم کو بداعمالیوں سے بچنا چاہیئے اور یہ خدا تعالےٰ کے اس قول سے ثابت ہے قُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ط یہ کہکر حضرتؑ خاموش ہو رہے۔ ابو بصیر کہتے ہیں کہ مُومنون سے حضرات ائمہ علیہم السلام مراد ہیں۔ یعقوب بن شعیب نے حضرت بحق ناطق جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں مؤمنون سے حضرات آئمہ طاہرین مراد ہیں جناب امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبکہ آنحضرتؐ چند اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے فرمایا کہ تم لوگوں میں میرا موجود رہنا میری مفارقت سے بہتر ہے اور میری مفارقت بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔ یہ سُن کر جابر بن عبداللہ انصاری اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔ آپ کا وجود ہم لوگوں میں آپ کی رحلت سے افضل ہے لیکن آپکا مفقود ہوجانا کیونکر بہتر ہوگا؟ حضرتؐ نے جواب دیا میرا ہونا تمہارے واسطے اس لئے اچھا ہے کہ خدا فرماتا ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ط وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ٥ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۲۸۰ سطر ۴) اس آیت میں عذاب سے مراد تلوار کا عذاب ہے۔ اب رہی میری مفارقت۔ وہ تمہارے لئے یوں اچھی ہوگی کہ تمہارے اعمال ہر دوشنبہ اور پنجشنبہ کو میرے سامنے پیش ہوا کریں گے۔ اگر وہ اعمال اچھے ہونگے تو اس کا میں خدا کی جناب میں شکر ادا کیا کرونگا۔ اور اگر بُرے ہونگے تو میں تمہارے لئے استغفار کیا کرونگا۔ داؤد بن کثیر رقّی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں جناب امام جعفرِ صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا ہُوا تھا کہ اُن جنابؑ نے خود بخود مجھ سے ارشاد کیا کہ اے داؤد پنجشنبہ کے دن تمہارے اعمال میرے سامنے پیش ہوئے۔ پس میں نے اُن عملوں میں ایک یہ عمل بھی پایا کہ تم نے اپنے فلاں چچا زاد بھائی کا صلہ رحم ادا کیا (تم نے اُس کی مصیبت میں مدد کی) اس سے میں خوش ہوگیا اس لئے کہ تمہارے صلہ رحم سے مجھے معلوم ہوگیا کہ بہت جلد اُس کی زندگی تمام ہوجائیگی۔ داؤد کہتا ہے میرا ایک چچا زاد بھائی بیحد دشمنِ خدا۔ ناصبی۔ خبیث تھا مجھے اُس کی اور اُس کے عیال کی خرابی حال اور فقر و فاقہ کی خبر پہنچی تو میں نے اُس کے پاس خورد و نوش کا سامان مکہ معظمہ کی طرف سفر کرنے سے پہلے بھیجدیا۔ پس جب میں مدینہ آیا تو جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ واقعہ مجھ سے بیان فرمایا۔ یحیےٰ حلبی نے جناب امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اے مولا کوئی حدیث

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی شان میں بیان فرمایئے۔ حضرت نے فرمایا آیا تفصیل سے بیان کروں یا مجملاً؟ میں نے عرض کی مجملاً ہی سہی۔ حضرت نے جواب دیا عَلِیٌّ بَابُ الْهُدٰى مَنْ تَقَدَّمَهُ كَانَ كَافِرًا وَّمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهُ كَانَ كَافِرًا۔ یعنی حضرت علی بن ابیطالب باب ہدایت ہیں جو اس دروازے سے آگے بڑھ جائے وہ بھی کافر ہے اور جو اس دروازے سے پیچھے رہے وہ بھی کافر ہے۔ میں نے عرض کیا اے آقا کچھ اور ارشاد فرمایئے۔ حضرت نے ارشاد کیا آگاہ ہو جاؤ روز قیامت عرش کی داہنی جانب ایک منبر رکھا جائیگا جس کی چوبیس ۲۴ سیڑھیاں ہونگی۔ پس جناب امیر المومنین علیہ السلام اپنے دست مبارک میں لواء الحمد لئے ہوئے تشریف لائیں گے اور اس منبر پہ رونق افروز ہونگے۔ پھر تمام مخلوق اُن حضرت کے سامنے پیش ہوگی جس کو وہ جناب پہچانتے ہونگے وہ تو جنت میں داخل ہوگا اور جس سے وہ حضرت واقف نہ ہونگے وہ سب دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ میں نے عرض کیا آیا کوئی آیت قرآنی اس بارے میں نازل ہوئی ہے؟ حضرت نے فرمایا ہاں تم اس قول باری تعالیٰ فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ میں کیا کہتے ہو؟ خدا کی قسم مومنون سے علی بن ابیطالب علیہ السلام (اور ائمۂ اولاد آنحضرت) مراد ہیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۳۲۴

قمی نے اس آیت کا شانِ نزول یوں لکھا ہے کہ منافقوں کی ایک جماعت جناب رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سب نے عرض کیا یا رسول اللہ آیا آپ ہم کو اجازت دیتے ہیں کہ ہم لوگ محلہ بنی سالم میں ایک مسجد بنا لیں جس میں ہمارے بیمار اور بوڑھے پھونس اور ہم لوگ بارش کی رات میں نماز پڑھ لیا کریں۔ حضرت اُس وقت سفر تبوک کی تیاری میں مصروف تھے۔ مسجد بنانے کی اجازت اُن کو دیدی۔ وہ بولے۔ یا رسول اللہ ہماری آرزو یہ ہے کہ حضور وہاں تشریف لیجا کے اُس مسجد میں نماز پڑھ لیں۔ حضرت نے فرمایا اب تو میں سفر میں جا رہا ہوں انشاء اللہ بعد واپسی اُس مسجد میں آکر نماز پڑھونگا۔ پس جب آن جناب نے غزوۂ تبوک سے مراجعت فرمائی تو یہ آیت ابو عامر راہب اور مسجد کی مذمت میں نازل ہوئی حالانکہ وہ منافقین رسول اللہ کے سامنے قسمیں کھا چکے تھے کہ ہم یہ مسجد نیکی اور صلاح کے لئے بناتے ہیں۔ پس اللہ تعالے نے اپنے رسول پر یہ آیتیں نازل فرمائیں وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ (اس سے مراد ہے ابو عامر راہب جو اُن لوگوں کے پاس آکر جناب رسولِ خدا کا اور آنحضرت کے اصحاب کا ذکر کیا کرتا تھا) وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ (اس سے مراد ہے مسجد قبا) اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝ (ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو پانی سے طہارت کیا کرتے ہیں) سورۂ بقرہ کی آیت لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا الخ کی تفسیر میں جناب امام حسن عسکری؏

علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کو بادشاہ دومۃ الجندل کا ارادہ معلوم ہوا جس کی بہت بڑی سلطنت نواحیِ عرب میں ملک شام کے متصل تھی۔ اس کے متعلق خبریں آنحضرتؐ کے پاس پہنچیں اور وہ بادشاہ جناب رسولِ خدا کو اصحاب سمیت قتل کرنے کی دھمکی دیا کرتا تھا۔ اصحابِ جناب رسولِ خدا کو اُسکی طرف سے خوف اور ڈر رہتا تھا۔ پھر منافقوں نے مخالفت جناب رسولِ خدا پر آپس میں اتفاق کر لیا اور سب نے ابو عامر راہب سے جس کا نام حضرتؐ نے فاسق رکھا تھا بیعت کر لی اور اُس کو اپنا امیر بنا لیا اور سب کے سب اس کے مطیع و فرمانبردار ہو گئے۔ ابو عامر راہب نے منافقین سے کہا میری رائے یہ ہے کہ میں مدینے سے چند روز کے لئے چلا جاؤں تاکہ مجھ پر الزام نہ آنے پائے اور اتنے دن غائب رہوں کہ تم لوگوں کی تدبیر پوری ہو جائے اور تم لوگ اکیدر بادشاہ دومۃ الجندل کو لکھ بھیجنا کہ وہ آکر مدینہ کو تباہ و برباد کر دے۔ پس خداوند عالم نے اپنے رسولؐ پر وحی بھیجی اور منافقوں کے مشورے اور اتفاق رائے سے مطلع کیا اور حکم دیا کہ آپ تبوک پر چڑھائی کریں۔ اور جناب رسولِ خدا کا یہ قاعدہ تھا کہ جب کسی غزوہ کو تشریف لے جاتے تو غیروں سے اپنے مافی الضمیر کو پوشیدہ رکھا کرتے سوائے اس غزوۂ تبوک کے کہ اس کے متعلق آنحضرتؐ کے دل میں جو کچھ تھا وہ ظاہر فرما دیا تھا۔ اور منافقوں کو اس کا موقع دیا تھا کہ اس غزوہ کے بارے میں جو چالیں وہ چل سکیں چلیں۔ یہی غزوۂ تبوک وہ لڑائی ہے جس میں منافق ذلیل اور رُسوا ہوئے۔ اور اسی جنگ میں شریک نہ ہونے کے سبب خدا نے اُن کی مذمت فرمائی ہے اور جناب رسولِ خدا نے وحیِ خدا تعالےٰ کو لوگوں کے سامنے بیان کیا اور یہ اظہار فرمایا کہ خدا تعالےٰ عنقریب ہم کو اکیدر پر غلبہ دیگا۔ وہ ہمارے ہاتھوں میں قید ہو جائیگا اور اس شرط پر صلح کر لیگا کہ ہزار اوقیہ سونا اور دو سو حُلّے ماہ رجب میں اور ہزار اوقیہ سونا اور دو سو حُلّے ماہ صفر میں دیتا رہے۔ اور یہ بھی خبر دے دی کہ میں اسّی دن میں بسلامت مدینہ لوٹ آؤں گا نیز جناب رسولِ خدا نے اُن سے فرمایا کہ موسےٰ نے (چلتے وقت) اپنی قوم سے چالیس راتوں کا وعدہ کیا تھا اور میں تم سے اسّی راتوں کا وعدہ کرتا ہوں کہ مدتِ مذکورہ پر تمہارے پاس بسلامت مالِ غنیمت لئے ہوئے مظفر و منصور واپس آجاؤنگا نہ وہاں کوئی لڑائی ہوگی اور نہ کسی مومن کو کوئی شکایت پیش آئیگی۔ منافقوں نے آپس میں کہا خدا کی قسم یہ آخری دفعہ ہے جس کے بعد یہ کوئی خبر نہ دیا کرینگے۔ ان کے بعض صحابی گرمی کی شدت میں ہلاک ہو جائینگے اور بعضے صحرا کی گرم ہواؤں کی وجہ سے مر جائینگے اور بعضے وہاں کا خراب اور بدمزہ پانی پی کر مر جائینگے جو اس سے بچ رہینگے وہ اکیدر کے ہاتھوں یا تو مارے جائیں گے یا زخمی ہو جائیں گے۔ پس منافقوں نے حیلہ بہانہ کر کے ہمراہ نہ جانے کی اجازت لیلی۔ کسی نے کہا مجھے گرمی زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ کسی نے بہانہ کیا میں بیمار ہوں۔ کسی نے اپنے عیال کی بیماری کا عذر کیا۔ غرض آنحضرتؐ نے سبھی کو اجازت دیدی۔ پس جب دوسرا دن ہوا اور حضرتؐ کا ارادہ تبوک کی طرف جانے کا مصمم ہو گیا تو منافقوں نے عمداً مدینہ کے باہر ایک مسجد بنائی۔

اُس کا نام مسجدِ ضرار رکھا۔ وہ لوگ اُس میں جمع ہوتے۔ نماز کے پیرایہ میں وہ اپنی تدبیریں اُس جگہ کیا کرتے تھے تاکہ وہ اپنے ارادوں کو سہل طریقہ سے پورا کرسکیں۔ پھر ایک گروہ منافقوں کا جنابِ رسُولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسُول اللہ ہمارے مکان آپ کی مسجد سے دُور ہیں اور ہم کو بغیر جماعت نماز پڑھنا مکروہ معلوم ہوتا ہے۔ اور ہر جماعت میں حاضر ہونا بھی ہمارے امکان سے باہر ہے۔ اس لئے ہم نے ایک مسجد بنائی ہے۔ ہماری آرزو یہ ہے کہ حضور وہاں تشریف لے چلیں اور ہم لوگوں کو نماز بجماعت پڑھائیں تاکہ حضور کے نماز پڑھنے کی جگہ نماز پڑھ کے ہم لوگ برکت حاصل کیا کریں۔ چونکہ آنحضرتؐ کو منافقوں کے قصد اور ارادے سے خدا نے ابھی اطلاع نہیں دی تھی۔ اس وجہ سے آنحضرتؐ نے اُن کی دعوت قبول فرمائی اور حکم دیا میرا گدھا یعفور لاؤ جب وہ آگیا تو حضرتؐ اُس پر سوار ہوئے اور اُن کی مسجد کا قصد کیا لیکن ہر چند حضرتؐ نے اور اصحاب نے اُسے مسجد منافقین کی طرف ہانکا مگر وہ نہ چلا اور جب دوسری طرف کو ہنکایا تو اچھی طرح چل نکلا۔ یہ حال دیکھ کر حضرتؐ نے فرمایا شاید اس نے مسجد کی طرف کوئی چیز دیکھ لی ہے جبھی تو اُس طرف کا رُخ نہیں کرتا۔ اچھا میرا گھوڑا لاؤ اُسپر سوار ہو کر جاؤنگا۔ جب گھوڑا حاضر کیا گیا آنحضرتؐ اُسپر سوار ہوئے اور مسجد منافقین کی طرف ہانکا مگر وہ بھی نہ چلا۔ پھر اصحاب نے اُسے حرکت دی لیکن اُسے بالکل جنبش نہ ہوئی۔ اور جب دوسری طرف کو چلایا تو بخوبی چل نکلا۔ اصحاب نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ اس نے بھی کوئی چیز دیکھ لی ہو کہ اس طرف جانے سے کراہت کرتا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا آؤ پیدل چلیں پس جب اصحاب سمیت آنحضرتؐ نے اُس مسجد کی طرف پیدل چلنے کا قصد کیا تو سب کے سب بھاری پڑ گئے بالکل حرکت نہ کرسکے اور جب دوسری طرف کا اُنہوں نے قصد کیا تو بدن اُنکے ہلکے پڑ گئے اور دل اُن کے خوش ہوگئے۔ یہ حال دیکھ کر حضرت ختمی منزلتؐ نے فرمایا خدا کو اس وقت ہمارا مسجد کی طرف جانا پسند نہیں۔ اب انہیں مہلت دو انشاء اللہ جب میں تبوک سے واپس آؤنگا تو اس معاملہ میں موافق مرضی باریتعالے غور کرونگا۔ پس حضرتؐ نے تبوک کا عزم بالجزم کر دیا اور منافقوں نے یہ مشورہ کیا کہ جب یہ لوگ چلے جائیں تو باقیماندوں کی جڑ بنیاد اکھاڑ کر پھینک دو۔ پس خداوندعالم نے جبرئیل کو خدمتِ جنابِ رسُولِ خدا میں بھیجا۔ حضرت جبرئیلؑ حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسُول اللہ علی الاعلےٰ بعد تحفۂ سلام ارشاد فرماتا ہے یا تو آپ تبوک جائیں اور علیؑ کو چھوڑ جائیں یا علیؑ کو بھیجدیں اور آپ مدینہ میں موجود رہیں۔ جنابِ رسُولِ خدا نے فرمایا علیؑ بن ابیطالب کا یہاں رہنا مناسب ہے۔ جناب امیرالمؤمنین علیہ السّلام نے عرض کیا میں خدا و رسول کا حکم بجالانے کے لئے بسر و چشم حاضر ہوں۔ اگرچہ مجھے کسی حال میں رسُول اللہ کا فراق گوارا نہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے علیؑ کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے ہو کہ تم کو مجھ سے وہ مرتبہ حاصل ہو جائے جو ہارونؑ کو موسےٰؑ سے ملا تھا مگر (ایّھا النّاس) علیؑ بن ابیطالب میرے بعد نبی نہیں ہیں۔ جناب امیرالمؤمنینؑ نے عرض کیا یا رسُول اللہ میں راضی ہوں۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا یا علیؑ جو ثواب تم کو میرے ساتھ چلنے سے ملتا اُتنا ہی مدینہ میں رہنے سے ملیگا۔ اور اللہ تعالےٰ نے تمہیں تنہا ایک اُمت قرار دیا ہے جیسے حضرت

ابراہیم علیہ السلام کو ایک اُمت قرار دیا تھا۔ مدینہ میں تمہارا رہنا اور تمہاری ہیبت کفار اور منافقین کو مسلمانوں پر دست درازی سے باز رکھے گی۔ پس جب حضورؐ سرورِ عالم تبوک کی طرف روانہ ہوگئے اور جناب امیرالمومنین ہمراہِ رکاب سعادت انتساب رخصتی کے لئے مدینہ کے باہر آئے تو منافقین معاملۂ جناب امیرالمومنین علیہ السلام میں بات چیت کرنے لگے اور کہنے لگے کہ محمدؐ نے علیؑ بن ابیطالب کو مدینہ میں بوجہ عداوت و ملال کے چھوڑ دیا ہے۔ اس سے اُن کا بس یہی مقصود ہے کہ منافقین رات کے وقت موقع پاکر علیؑ بن ابیطالب کو قتل کر ڈالیں۔ یہ خبر جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوش گزار ہوئی تو جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ حضور نے سُنا جو منافقین نے میرے بارے میں کہا ہے؟ حضرتؐ نے فرمایا اے علیؑ تم اس کی پروا نہ کرو تم بمنزلہ اُس جلد کے ہو جو میری دونوں آنکھوں کے مابین ہے۔ تم میرے نورِ نظر ہو اور تم بمنزلہ اُس روح کے ہو جو میرے بدن میں ہے۔ پس جناب سرورِ دو جہان بادشاہ انس و جان نے اپنے اصحاب کو روانگیٔ تبوک کا حکم دیا اور جناب امیرالمومنین قاتل المشرکین مدینہ واپس آئے۔ اور منافقین بہت سی تدبیریں نقصان پہنچانے کی کر گزرے لیکن جناب امیرالمومنین علیہ السلام کے ڈر سے وہ کچھ نہ کر سکے اور اُنہیں اس بات کا خوف تھا ایسا نہ ہو کہ علیؑ بن ابیطالب ہم کو مسلمانوں کی طرفداری میں مدینہ سے مار کر نکال دیں۔ پھر اُن منافقوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اس لڑائی سے وہ جناب ہرگز واپس نہ آئیں گے یہاں تک کہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے واقعہ بیان کیا اور خبر دیدی کہ اکیدر نے مغلوب ہو کر جناب رسولِ خدا سے صلح کر لی۔ پس جب جناب رسالت پناہؐ بسلامت مظفر و منصور جنگ تبوک سے واپس ہوئے اور خدا نے منافقوں کے مکر کو جھوٹا کر دیا تو اُن جنابؐ نے مسجد ضرار کے پھونک دینے کا حکم دیا اور خدا نے یہ آیت وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا الخ نازل فرمائی۔ امام علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ابوعامر راہب اس اُمت کا مثل گوسالہ اُمت موسیٰؑ کو سالہ تھا۔ خدا نے اس پر عذاب نازل کیا کہ وہ ملعون قولنج اور برص اور لقوہ اور فالج میں مبتلا رہا اور چالیس شبانہ روز عذاب دنیوی میں گرفتار رہ کر عذاب دائمی کی طرف چل بسا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۲۴۷ ریان ابن صلت سے مروی ہے کہ ایک روز جناب علیؑ بن موسیٰ الرضاء علیہ السلام مامون ملعون کے دربار میں تشریف لے گئے اُس وقت وہاں ایک گروہ علما اور فقہا اور متکلمین کا بیٹھا ہوا تھا۔ پس علماء نے اُن جنابؑ سے عترت او امت میں فرق اور عترت رسول کی بزرگی اور مرتبہ دریافت کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا قرآن میں بارہ جگہ لفظ اصطفا کی تفسیر سے (عترت و امت کا فرق) معلوم ہوتا ہے۔ (عترت کا مرتبہ دیکھو) جناب رسولؐ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مسجد سے اپنی ذریت یعنی عترت کے سوا سب کو نکال باہر کر دیا یہانتک کہ اصحاب اس بارے میں گفتگو کرنے لگے۔ حضرت عباسؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے

ہم کو تو مسجد سے نکال دیا اور اپنی عترت کو نہیں نکالا۔ حضرتؑ نے جواب دیا کہ میں نے اپنے اختیار سے اُنہیں باقی نہ رہنے دیا ہے اور نہ تم کو خارج کیا ہے بلکہ اللہ نے اُن کو باقی رکھا ہے اور تم کو نکال دیا ہے۔ امامؑ نے فرمایا اس میں شرح اس مضمون کی یہ ہے کہ جناب رسولِ خدا نے جناب امیرالمومنین علیہ السّلام سے فرمایا اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اے علیؑ تم کو مجھ سے وہ منزلت حاصل ہے جو ہارونؑ کو موسےٰ سے تھی۔ علماء (مخالفین) نے کہا یہ مضمون قرآن مجید میں کہاں ہے؟ جناب امام رضا علیہ السّلام نے جواب دیا کہ میں اس بارے میں قرآن مجید کی آیت نکالکر تمہارے لئے تلاوت کروں؟ اُنہوں نے عرض کی جی ہاں ضرور۔ فرمایا قول خدا تعالےٰ یہ موجود ہے۔ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰی وَاَخِیْہِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِکُمَا بِمِصْرَ بُیُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ قِبْلَۃً (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۳۴۷ سطر ۵) پس اس آیت سے ہارونؑ کی منزلت جو موسےٰ سے تھی معلوم ہوگئی اور اسی سے منزلت علی بن ابیطالب علیہ السّلام کی جو جناب رسولِ خدا سے تھی معلوم ہوگئی۔ اور اس کے ماسوا قول جناب رسولِ خدا سے پوری دلیل نکلتی ہے جبکہ اُن جناب نے فرمایا آگاہ ہو جاؤ کہ اس مسجد میں کوئی شخص ماسوائے میرے اور میری آل کے جنابت کی حالت میں نہیں آسکتا۔ علمائے مخالفین نے کہا اے ابوالحسنؑ (علی بن موسےٰؑ) یہ بیان اور ایسی شرح سوائے آپ اہلبیتؑ رسولؐ کے اور کسی کے پاس نہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا ہمارے علم کا کون انکار کرسکتا ہے؟ حالانکہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا ہے۔ اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا پس جو شخص شہر میں داخل ہونے کا قصد کرے اُس کو دروازے سے جانا چاہئیے۔ (سُنو) جو کچھ میں نے (اہلبیتؑ کی) فضیلت اور تقدس اور اُن کے پاک و پاکیزہ ہونے کی توضیح اور تشریح کی ہے اُس کا انکار سوائے دشمنِ خدا کے اور کوئی نہیں کرسکتا۔ ابن مغازلی شافعی نے المناقب میں حذیفہ ابن اسید غفاری تک راویوں کا سلسلہ پہنچا کے روایت کی ہے۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ جب حضورؐ سرورِ عالم مدینہ میں تشریف لائے اصحاب جنابِ رسولِ خدا بھی پہنچ گئے۔ اُن کے پاس مکان تو تھے ہی نہیں جن میں وہ رات بسر کیا کرتے پس وہ لوگ مسجد جنابِ رسولِ خدا میں سو رہا کرتے تھے۔ اسی میں اُن کو احتلام بھی ہو جایا کرتا تھا۔ ایک دن جنابِ رسولِ خدا نے اُن سے فرمایا۔ کہ اب تم لوگ مسجد میں نہ سویا کرو کہ تم کو احتلام ہو جاتا ہے۔ تب اُن لوگوں نے مسجد کے چاروں طرف مکان بنالئے اور دروازے اُن مکانوں کے مسجد میں رکھے تو جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ نے معاذ بن جبل کو ابوبکر کے پاس بھیجا۔ معاذ نے دروازہ پر پکار کے کہا اے ابوبکر خدا کا حکم ہے کہ تم اپنے دروازہ کو مسجد کی طرف سے بند کرلو اور مسجد سے باہر ہو جاؤ۔ ابوبکر نے جواب دیا بہت اچھا۔ (یہ کہکر) اپنا دروازہ بند کرلیا اور مسجد سے باہر ہوگیا۔ پھر آنحضرتؐ نے معاذ بن جبل کو عمر خطاب کے پاس بھیجا۔ معاذ نے عمر سے کہا کہ جناب رسولؐ خدا کا حکم ہے کہ تم مسجد کی طرف سے اپنا دروازہ بند کرلو اور مسجد سے نکل جاؤ۔ عمر نے کہا بہت خوب مگر میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک سوراخ مسجد

کی طرف باقی رہے۔ جو کچھ عمرؔ نے کہا تھا وہ بعینہٖ معاذ نے جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ سے عرض کردیا۔ پھر اُن جنابؐ نے معاذ کو عثمان بن عفان کے پاس اسی حکم کے ساتھ بھیجا اور اُس زمانہ میں رقیہ (جناب خدیجۃ الکبریٰ کی تربیت کردہ بیٹی) عثمان کے نکاح میں تھیں۔ عثمان نے بھی کہدیا بسروچشم اور دروازہ بند کرکے مسجد سے نکل آیا۔ پھر جناب حمزہؓ کے پاس یہی پیام بھیجا۔ اُنھوں نے بھی اپنا دروازہ بند کرلیا۔ اور یہ فرمایا کہ میں اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کے لئے موجود ہوں۔ جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام اس معاملہ میں متردد تھے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ آیا وہ اُن لوگوں میں محسوب ہونگے جن کا مسجد میں رہنا جائز ہو یا اُن کے شمار کئے جائینگے جو نکال دئے گئے۔ حالانکہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے اُن حضرتؑ کے لئے اپنے مکانوں کے بیچ میں ایک مکان بنوایا تھا۔ اور اُس کا دروازہ مسجد میں رکھا تھا۔ پس اُن جناب نے امیرالمؤمنین علیہ السلام سے ارشاد فرمایا اے علیؑ تم پاک و پاکیزہ ہو اس مکان میں رہو۔ یہ خبر حضرت امیر حمزہؓ کو پہنچی تو وہ جنابِ رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہم کو تو مسجد سے نکالتے ہیں اور اولادِ عبدالمطلب کے بچوں کو رکھتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے جواب دیا چچا جان اگر میرا اختیار ہوتا تو میں آپ پر کسی کو فوقیت نہ دیتا۔ خدا کی قسم یہ مرتبہ تو علیؑ بن ابیطالب ہی کو خدا نے عطا فرمایا ہے۔ اور آپ بھی اللہ کے اور اللہ کے رسولؐ کے خیرخواہ ہیں۔ آپ کو بشارت ہو۔ آنحضرتؐ کی اس بشارت دینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ امیر حمزہؓ جنگِ احد میں شہید ہوگئے۔ جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السلام کی اس منزلت نے بہت سے لوگوں کے دلوں میں حسد و رشک پیدا کردیا۔ وہ لوگ اُن جنابؑ سے دلوں میں عداوت رکھنے لگے اور اس مرتبہ سے تمام صحابہ پر اُن جنابؑ کو فضیلت حاصل ہوگئی۔ ایک دن جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا ایّہا النّاس علیؑ بن ابیطالب کے مسجد میں رہنے سے بہت سے آدمی اُن کے دشمن ہوگئے اور اپنے دلوں میں کینہ رکھنے لگے۔ خدا کی قسم نہ میں نے خود سے اور لوگوں کو مسجد سے نکالا ہے اور نہ علیؑ بن ابیطالب کو مسجد میں جگہ دی ہے۔ آگاہ ہوجاؤ کہ خداوندِ عالم نے جناب موسٰےؑ اور ہارونؑ کے پاس وحی بھیجی کہ تم دونوں اپنی قوم کے لئے مصر میں کچھ مکان بناؤ اور اپنے مکانوں کو نماز کی جگہ قرار دو اور اُن میں نماز پڑھا کرو۔ پس بمجردِ وحی جناب موسٰےؑ نے حکم دیا کہ سوائے ہارونؑ اور ذرّیتِ ہارونؑ کے کوئی شخص اُن کی مسجد میں نہ رہے۔ اور نہ مسجد میں عورتوں سے جماع کرے اور نہ کوئی جنابت کی حالت میں مسجد میں داخل ہو اور بیشک علیؑ بن ابیطالب کی منزلت مجھ سے وہی ہے جو ہارونؑ کو جنابِ موسٰےؑ سے تھی۔ علیؑ بن ابیطالب میرا بھائی ہے۔ میں اپنے جملہ قرابت داروں سے زیادہ اُس کو دوست رکھتا ہوں۔ پس سوائے علیؑ بن ابیطالبؑ اور اُن کی ذرّیتِ طاہرہ کے اور کسی شخص کو میری مسجد میں عورتوں سے مقاربت کرنا حلال نہیں۔ جس کسی کو میرا یہ کہنا بُرا معلوم ہو اُس کا راستہ اس طرف ہے اور دستِ مبارک سے ملکِ شام کی طرف اشارہ فرمایا۔ ابنِ مغازلی شافعی نے مناقب میں

بروایت عدی بن ثابت یہ بھی لکھا ہے کہ ایک روز جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں آئے اور ارشاد کیا خدا تعالےٰ نے جناب موسےٰ پر وحی کی تھی اے موسےٰ تم ایک پاک و پاکیزہ مسجد بناؤ جس میں تمہارے اور ہارون کے سوا کوئی اور نہ رہنے پائے۔ (اے گروہ صحابہ) اسی طرح میری مسجد میں بھی سوائے میرے اور علیؑ بن ابیطالب اور فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کے اور کوئی نہ رہنے پائیگا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۳۴۸

قمی نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ بنی اسرائیل نے جناب موسےٰ علیہ السلام سے عرض کیا یا رسول اللہ آپ خدا کی درگاہ میں دعا کیجئے کہ وہ ہماری بلا کو دور کردے۔ حضرت موسےٰؑ نے دعا کی۔ جواب میں وحی آئی اے موسےٰ! ان لوگوں کو آگے لیجاؤ۔ حضرت موسےٰ نے عرض کیا خداوندا آگے تو دریائے قلزم ہے۔ ارشاد باری ہوا اے موسےٰ آگے بڑھ جاؤ۔ اسی طرح ہمارا حکم ہے اسکی تعمیل تم پر واجب ہے۔ یہ دریا تمہارے لئے شگافتہ ہوجائیگا۔ پس جناب موسےٰ نے بنی اسرائیل کو آگے بڑھایا۔ فرعون نے بھی ان کا پیچھا کیا۔ قریب تھا کہ فرعون بنی اسرائیل کے قریب پہنچ جائے۔ بنی اسرائیل نے جو مڑ کر دیکھا تو فرعون کو اپنے سروں پر آیا۔ موسےٰ نے دریا کو اپنے لئے شگافتہ ہونے کا حکم دیا۔ دریا سے آواز آئی میں تو (بغیر حکم خدا) شگافتہ نہیں ہوسکتا۔ بنی اسرائیل بولے اے موسےٰ! تم نے ہم کو دھوکا دیا تم نے ہمیں ہلاک کردیا۔ کاش کہ آپ ہمیں (مصر ہی میں) چھوڑ آتے کہ آل فرعون ہم کو غلام بنا لیتے۔ ہم لوگ گھروں سے نہ نکلتے۔ اب ہم سب کے سب یکبارگی قتل کردئے جائیں گے۔ حضرت موسےٰ نے ارشاد فرمایا ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ وہ عنقریب ہمارے لئے راہ پیدا کردیگا۔ جاہل قوم کی اس گفتگو نے موسےٰ علیہ السلام کو رنج پہنچایا۔ بنی اسرائیل نے کہا اے موسےٰ! ہم لوگ فرعونیوں کے پنجوں میں قید ہوا چاہتے ہیں۔ آپ نے تو یہ کہا تھا کہ ہمارے لئے دریا میں راستہ نکل آئیگا۔ اس میں سے ہم سب گزر جائیں گے اور چلے جائیں گے۔ (دیکھئے) فرعون اور اس کا لشکر نزدیک آگیا۔ اور آپ خود ملاحظہ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ ہم سے کتنے قریب ہوتے جاتے ہیں۔ پس حضرت موسےٰ نے درگاہ خدا میں دعا کی۔ خداوند عالم نے وحی کی اے موسےٰ اپنا عصا اس دریا میں مارو۔ جونہی حضرت موسےٰ نے دریا پر عصا مارا دریا شگافتہ ہوگیا اور حضرت موسےٰ مع اپنی قوم کے پار اتر گئے۔ فرعون کا لشکر جب دریا کے قریب آیا تو وہ لوگ دریا میں کشادہ راہیں دیکھ کر تعجب کرنے لگے۔ فرعون نے کہا میں نے ہی تو تم لوگوں کے لئے یہ راستہ بنایا ہے پس تم لوگ اسی راہ سے گزر کر جاؤ۔ جب فرعون اپنے لشکر سمیت دریا کے بیچ میں پہنچ گیا۔ خدا نے دریا کو ملجانے کا حکم دیدیا۔ دریا کے ملتے ہی وہ سب کے سب ڈوب گئے۔ پس فرعون نے ڈوبتے وقت کہا اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ جواب دیا گیا اب تو ایمان لاتا ہے حالانکہ پہلے تو نافرمانی کرچکا اور تو فساد کرنے والوں میں سے تھا۔ آج ہم صرف تیرے بدن کو نجات دے کر

بعد میں آنے والوں کے لئے عبرت کے لئے نشانی قرار دینگے۔ امام علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ فرعون کی ساری قوم دریا میں چلی گئی تھی۔ اُن میں سے کوئی نہ بچا۔ وہاں سے وہ سب دوزخ میں چلے گئے۔ لیکن صرف فرعون کے لاشے کو خدا نے ساحل (کنارہ) پر پھینک دیا تاکہ لوگ اُسے دیکھیں اور اُسے پہچانیں اور آیندہ لوگوں کے لئے وہ لاشہ قدرتِ خدا کی نشانی قرار پائے کہ فرعون کے ہلاک ہونے میں کسی کو شک وشبہ باقی نہ رہے کیونکہ اُس زمانہ کے لوگوں نے فرعون کو اپنا پروردگار سمجھ لیا تھا۔ پس خدا نے فرعون کو مُردار بنا کے ساحل پر پھینک دیا اور سب کو دکھا دیا کہ عبرت اور نصیحت حاصل کریں۔ خدا فرماتا ہے اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ۝ یعنی بہت سے آدمی ہماری نشانیوں سے بیخبر ہیں۔ نیز اسی تفسیر میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے۔ کہ جب سے فرعون غرق ہوا تھا حضرت جبرئیل ہر پیغمبر کے پاس مغموم و محزون آیا کرتے تھے یہاں تک کہ حضرت خاتم الانبیاؐ صلے اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں بھی اُسی طرح آتے رہے لیکن جس دن آیہ اٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ لائے تو خرّم وشاداں تھے۔ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا اے جبرئیلؑ آج تمہاری خوشی کا کیا سبب ہے؟ جبرئیلؑ نے عرض کیا یا رسول اللہ بات یہ تھی کہ جس وقت فرعون ڈوبنے لگا اور اُس نے اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ کہا تو میں نے کیچڑ کا ایک لوندا اُٹھا کے اُس کے مُنہ میں ٹھونس دیا۔ پھر میں نے کہا اٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ چونکہ میں نے یہ کام بغیر حکمِ خدا کیا تھا تو مجھے اس بات کا خوف پیدا ہوا کہ اگر خدا فرعون کے حال پر رحم فرمائے تو مجھے میرے اس کئے پر عذاب دیگا۔ اسی وجہ سے میں ہمیشہ غمگین رہتا تھا۔ مگر اس وقت جو میں آپ کے پاس حکمِ پروردگار لیکر آیا ہوں تو اس میں وہی کلمہ موجود ہے جو میں نے فرعون سے کہا تھا۔ پس میں نے سمجھ لیا کہ وہ فعل میرا مرضیٔ خدا کے موافق تھا۔ اس وجہ سے میں خوش ہوگیا اور میرا رنج وملال دُور ہوگیا۔ وہی جناب فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ جب فرعون ڈبو دیا گیا تو حضرت موسٰے نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ہلاک ہوجانے کی خبر دی۔ مگر انہوں نے یہ خبر سچی نہ سمجھی۔ پس خداوندِ عالم نے فرعون کا لاشہ کنارے پر پھینک دیا تاکہ بنی اسرائیل اس کو اپنی آنکھوں سے مُردہ دیکھ لیں۔ محمد ابنِ ابی عمیر نے جناب امام موسٰے کاظم علیہ السّلام سے عرض کیا۔ قولِ باری تعالیٰ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۝ کا مطلب کیا ہے؟ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۔۔۵ سطر ۹) حضرتؑ نے فرمایا قَوْلًا لَّيِّنًا سے یہ مراد ہے کہ اُس سے کلام کرنا تو اُس کی کنیّت یعنی ابومصعب کہکر اُسے مخاطب بنانا (اُس کا نام نہ لینا) فرعون کا نام ابومصعب ولید بن مصعب تھا۔ اور لَعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى سے یہ مطلب ہے کہ اس کلمہ سے خدا نے موسٰے اور ہارُون کو فرعون کے پاس جانے پر آمادہ کیا ہے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کو یہ معلوم تھا کہ فرعون آخری عذاب دیکھے بغیر نہ ڈریگا اور نہ عبرت حاصل کریگا۔ کیا تم یہ نہیں سُنتے کہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے

کہ جب فرعون ڈوبنے ہی لگا تب اُس نے یہ کہا اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کا ایمان قبول نہیں کیا اور یہ فرمایا آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ (ترجمہ کیلئے دیکھو صفحہ ۳۴۰ سطر ۴) تفسیر عیاشی میں ہے کہ جب حضرت موسٰی دریا میں چلے گئے تو ان کے پیچھے پیچھے فرعون بھی لشکر سمیت چلدیا مگر فرعون کا گھوڑا پانی کے اندر جانیسے جھجکا تو اُسی وقت جبرئیل گھوڑی پر سوار ہو کر آدمی کی شکل میں موجود ہوئے۔ فرعون کے گھوڑے نے جونہی گھوڑی کو دیکھا اس کے پیچھے ہولیا یہاںتک کہ فرعون اور اُس کا لشکر دریا کے بیچوں بیچ پہنچگیا تو وہ سب کے سب ڈبو دئے گئے۔ الاختصاص میں شیخ مفید علیہ الرحمہ نے بروایت عبداللہ بن جندب جناب علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ چھ لاکھ آدمی فرعون کے مقدمۃ لشکر میں تھا اور دو لاکھ اُن کے بعد اور لشکر کے آخری حصہ میں دس لاکھ۔ پس جب حضرت موسٰی دریا میں پہنچ گئے تو فرعون نے لشکر سمیت اُن جناب کا پیچھا کیا۔ دریا کے پانی کو دیکھ کر فرعون کا گھوڑا ٹھٹکا۔ پس جبرئیل امین آدمی کی صورت میں مادیان پر سوار اُس کے سامنے آگئے۔ فرعون کے گھوڑے کی نگاہ جو اُس مادیان پر پڑی بے اختیار اُس کی طرف چلا اس طور سے فرعون اور اُس کا لشکر دریا میں داخل ہوگیا۔ پھر سب کے سب ڈبو دئے گئے۔

قول مترجم۔ اس قصہ کے متعلق اور روایتیں انشاء اللہ سورۂ شعراء پارہ ۱۹ میں آئیں گی)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۳۴۹

تفسیر قمی میں ابومسکان نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب حضور سرورِ عالم شبِ معراج آسمان پر تشریف لے گئے تو خدائے تعالےٰ نے جناب علی بن ابیطالب علیہ السلام کی فضیلت میں وحی نازل فرمائی اور شرف و بزرگی اُن حضرت کی ظاہر کی۔ جب آنحضرت واپسی میں بیت المعمور پہنچے تو وہاں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کی خاطر سے تمام انبیاء کو جمع کیا اور اُنہوں نے آنحضرت کے پیچھے نمازِ جماعت پڑھی اُس وقت آنحضرت کے دل میں اُس وحی کی بابت جو جناب علیؑ مرتضیٰ کی عظمت کے بارے میں نازل ہوئی تھی کچھ خیال گزرا اس پر خدائے تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ج (یعنی اگر تمہیں اُس فضیلت میں جو ہم نے علیؑ کے بارے میں نازل کی ہے کچھ شبہ ہے تو اُن نبیوں سے جو تم سے پہلے کتاب پڑھتے تھے دریافت کرو۔ کہ یہ اس وقت تمہارے پاس ہی موجود ہیں) ہم نے ان کی کتابوں میں علیؑ بن ابیطالب کے ایسے ہی فضائل نازل کر دئے ہیں جیسے تمہاری کتاب میں اُتارے ہیں) لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ امام فرماتے ہیں کہ جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ و آلہ کو نہ شک ہوا اور نہ آنحضرت نے کسی سے کچھ دریافت کیا۔

قول مترجم:۔ جناب رسولِ خدا کے خیالِ مبارک میں جو کچھ گزرا ہوگا وہ منافقینِ اُمّت کے شکوک کی

بابت گزرا ہوگا جس کے بارے میں یہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں ظاہرا خطاب حضرت سے ہے اور باطناً اہی واقعی شک کرنے والوں کی تہدید اور تنبیہ مراد ہے " ابراہیم بن عمر نے جناب امام محمد باقر یا جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو جناب ختمی منزلت صلوات اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا مجھے کچھ بھی شک نہیں ہے۔ عبد الصمد بن بشیر نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب جناب رسول خدا معراج کے لئے بالائے آسمان تشریف لے گئے اور وہاں اپنے پروردگار سے مناجات کر چکے تو بیت المعمور کی طرف واپس آئے۔ یہ بیت المعمور خانہ کعبہ کے مقابل چوتھے آسمان پر ہے۔ اس جگہ خدائے تعالے نے تمام رسولوں اور نبیوں اور ملائکہ کو جمع کیا اور جبرئیل کو حکم دیا تو انہوں نے اذان دی پھر اقامت کہی۔ اور جناب رسول خدا نے سب کے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھی پس جب نماز سے فارغ ہوئے تو جبرئیل نے عرض کیا فَسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ الخ۔ علامہ ابن شہر آشوب نے اس آیت کی تفسیر میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ فرماتے ہیں کہ جب میں معراج کے لئے بالائے آسمان گیا اور چوتھے آسمان پر پہنچا تو جبرئیل نے تمام نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور فرشتوں کو جمع کر کے اذان دی پھر اقامت کہی پس میں آگے بڑھا اور سب کو نماز پڑھائی۔ پھر واپسی میں جبرئیل نے مجھ سے کہا یا رسول اللہ آپ ان سے دریافت کر لیں کہ یہ سب کس بات کی گواہی دیتے ہیں؟ (جب میں نے پوچھا) وہ سب کہنے لگے ہم گواہی دیتے ہیں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ خدا کے رسول ہیں اور علی بن ابیطالب امیر المومنین ہیں۔ تفسیر ثعلبی اور اربعین خطیب میں عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے۔ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ جب میں شب معراج آسمان پر گیا اور جبرئیل کے ہمراہ چوتھے آسمان پر پہنچا تو میں نے وہاں یاقوت سرخ کا ایک مکان دیکھا۔ جبرئیل نے کہا بیت المعمور یہی ہے جسے خدائے تعالے نے آسمان اور زمین کی خلقت سے پچاس ہزار برس پہلے پیدا کیا ہے۔ پھر جبرئیل کہنے لگے یا رسول اللہ اٹھئے اور نماز پڑھائیے۔ اور اللہ تعالے نے کل انبیاء کو جمع فرما دیا تھا۔ میں نے ان سب کو نماز پڑھائی۔ جب آخری سلام پھیر چکا تو ایک فرشتہ حکم پروردگار سے میرے پاس آیا اور اس نے کہا اے محمد خداوند عالم بعد سلام ارشاد فرماتا ہے کہ آپ ان نبیوں سے دریافت کیجئے کہ یہ لوگ آپ سے پہلے کس اعتقاد پر دنیا میں بھیجے گئے تھے؟ جب میں نے ان سے سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا ہم سب آپ کی رسالت اور علیؑ بن ابیطالب کی ولایت پر مبعوث ہوئے تھے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۳۴۹

تفسیر عیاشی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے وہ جناب فرماتے ہیں کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے کہ مجھ سے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے بیان کیا اور ان سے جبرئیل امین نے بیان کیا کہ یونس بن متےٰ کو خدا نے تیس سال کی عمر میں ان کی قوم کے پاس نبی بنا کر

بھیجا۔ حضرت یونسؑ گرم مزاج تھے اور اپنی قوم کی ایذا رسانی پر بہت کم صبر کرتے تھے اور اپنی قوم سے مساوات کم کرتے تھے۔ بار نبوت کے تحمل میں عاجز آ گئے تھے۔ اور اُس کے بوجھ سے ایسے تھک گئے تھے جیسے تین برس کا اونٹ کا بچہ لدنے سے تھک جاتا ہے۔ تینتیس ۳۳ سال تک اپنی اُمت میں مقیم رہے۔ اور برابر لوگوں کو خدا پر ایمان کی طرف بُلاتے رہے اور اپنی تصدیق اور اپنی متابعت کی رغبت دلاتے رہے۔ (اپنی ہدایت پر) ان کی قوم میں سے صرف دو آدمی ایمان لائے اور اُن کے پیرو ہوئے۔ اُن دونوں میں سے ایک کا نام روبیل تھا۔ دوسرے کا نام تنوخا۔ روبیل خاندان علم و نبوت و حکمت سے تھا اور حضرت یونسؑ کے مبعوث بہ نبوت ہونے سے پہلے سے اُن کا مصاحب تھا۔ اور تنوخا ایک مردِ کم علم تھا مگر عابد و زاہد جس کی ہمیشہ عبادت میں بسر ہوتی تھی مگر عالم اور صاحب حکمت نہ تھا۔ روبیل کے پاس بہت سی بھیڑ بکریاں تھیں جن کو چرایا کرتا تھا۔ اُنہی سے اُس کی بسر اوقات ہوتی تھی اور تنوخا ہیزم فروش تھا جو اپنے سر پر لکڑیاں اٹھا کر لاتا اور بیچا کرتا۔ اور اسی پیشے سے اپنی بسر اوقات کرتا۔ روبیل کا مرتبہ اُس کے علم و حکمت اور صحبت قدیم کی وجہ سے جتنا حضرت یونسؑ کے نزدیک تھا اُتنا تنوخا کا نہ تھا۔ پس جب حضرت یونسؑ نے دیکھا کہ یہ لوگ میری بات نہیں مانتے اور ایمان نہیں لاتے تو تنگ آ گئے اور اپنی ذات میں زیادہ صبر کی گنجائش نہ پائی تو خدا کی درگاہ میں شکایت کی اور شکایت میں یہ عرض کی کہ پروردگارا! تو نے مجھے اس قوم کی طرف تیس برس کی عمر میں نبی بنا کر بھیجا۔ مجھے تینتیس برس ان میں گزرے کہ میں برابر ان کو تجھ پر ایمان لانے اور اپنی رسالت کی تصدیق کرنے کی دعوت دیتا رہا ہوں اور تیرے عذاب و نکال سے ڈراتا رہا ہوں مگر یہ لوگ مجھے جھٹلاتے ہے اور مجھ پر ایمان نہ لائے۔ میری نبوت کا انکار کیا۔ میری رسالت کو حقیر جانا۔ مجھے یہ لوگ دھمکیاں دیتے ہے۔ اب مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے کہیں یہ قوم مجھے قتل نہ کر دے۔ لہٰذا تو ان پر اپنا عذاب نازل فرما کہ یہ وہ لوگ ہیں جو کبھی ایمان نہ لائیں گے۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت یونسؑ پر وحی نازل فرمائی اس قوم میں کچھ تازہ حاملہ عورتیں ہیں اور کچھ ایسی بھی ہیں کہ جن کے پیٹ میں بچے کی صورت بن چکی ہے۔ خلقت تمام ہو چکی ہے۔ کچھ بچے ہیں۔ کچھ بوڑھے بھی ہیں۔ کمزور مرد اور ضعیف عورتیں بھی ہیں اور کچھ بیمار و ناتوان بھی ہیں اور میں حاکم عادل ہوں۔ میری رحمت میرے غضب سے بڑھی ہوئی ہے۔ مجھے یہ گوارا نہیں ہے کہ تمہاری اُمت میں بڑوں کے گناہ کے سبب سے بے گناہ چھوٹوں پر عذاب کروں۔ اے یونسؑ وہ میرے بندے اور میری مخلوق ہیں۔ میرے شہروں میں وہ آباد ہیں میں اُنہیں روزی دیتا ہوں۔ میں تو یہی چاہتا ہوں کہ ابھی توقف کروں۔ میں اُن پر مہربانی کروں اور اُن کی توبہ کا منتظر رہوں۔ اے یونسؑ! میں نے تم کو تمہاری قوم کی طرف اس لئے بھیجا ہے کہ تم اُنکی حفاظت کرو اور اُن کے ساتھ نرمی اور رحمدلی سے پیش آؤ۔ اور انبیا کی سی مہربانی کے ساتھ اُن کو ڈھیل دو اور رسولوں کی سی دانائی کے ساتھ اُن کے اذیت دینے پر صبر کرو۔ اور تمہیں اُن کے لئے مثل علاج کرنے والے طبیب کے ہونا چاہیئے جو دواؤں کے استعمال

کا جاننے والا ہوتا ہے پس تم نے اُنکے ساتھ نادانی کا سلوک کیا اور تم نے اُن کے دلوں میں نرمی کو جگہ نہ دی اور رسولوں کا سا معاملہ اُن کے ساتھ نہ کیا۔ پھر تم اپنی سخت نظری کے سبب مجھ سے اُن پر عذاب نازل کرنے کا سوال کر بیٹھے۔ میرے بندہ نوحؑ کو دیکھو کہ اُس نے اپنی قوم کے ظلم وستم پر تم سے کتنا زیادہ صبر کیا۔ وہ اپنی قوم سے کتنا اچھا برتاؤ رکھتا تھا اور میرے نزدیک وہ صبر کرکے کتنی ڈھیل سے کام لیتا تھا اور عذر خواہی میں بیحد مبالغہ کرتا تھا۔ اسی لئے جب وہ اپنی قوم پر میری خاطر غضبناک ہوا تو میں بھی اُس کی خاطر غضبناک ہوا۔ جب اُس نے مجھ سے دُعا مانگی تو میں نے اُس کی دعا کو قبول کر لیا۔ حضرت یونسؑ نے عرض کیا پروردگارا! میں نے بھی اُن پر تیری محبت میں غصہ کیا ہے اور جب وہ لوگ تیرے نافرمان بن گئے تو میں نے اُن کے حق میں بددعا کی ہے۔ قسم ہے تیری عزت کی میں کبھی ان پر مہربانی نہ کروں گا اور جب وہ لوگ کافر ہو چکے اور مجھے جھٹلا چکے اور میری نبوت کا انکار کر چکے تو اب میں اُن کی نصیحت کا انتظار نہ کرونگا۔ پس اب تو اُن پر اپنا عذاب نازل کردے کہ یہ لوگ کبھی ایمان نہ لائیں گے۔ ارشاد باری ہوا۔ اے یونسؑ! یہ ایک لاکھ یا زیادہ آدمی میری مخلوق ہیں۔ میرے شہروں کو یہ آباد کرتے ہیں۔ میرے بندے ایسے پیدا ہوتے ہیں۔ میں تو یہی چاہتا ہوں کہ ابھی ان کو مہلت دے دوں۔ اس مصلحت کے لئے جو مجھ کو سابق ہی سے معلوم ہے۔ اور میری تقدیر اور تدبیر پہلے ہی مقرر ہو چکی ہے۔ تمہیں اُن باتوں کا علم ہی نہیں ہے۔ اے یونسؑ! تم میرے رسول ہو۔ میں حکمت والا پروردگار ہوں۔ میں عالم الغیب ہوں۔ تمہیں اس کا انجام معلوم نہیں۔ تم تو ظاہر کے جاننے والے ہو۔ باطن کے حال سے تم بیخبر ہو۔ اے یونس! میں نے تمہاری دعا کو قبول کر لیا۔ لیکن اس سے میرے نزدیک تمہارا حصہ زیادہ نہ ہوگا۔ اور نہ یہ دعا تمہاری شان کے لائق ہے۔ اے یونسؑ شوال کے وسط میں چہارشنبہ کے دن طلوع آفتاب کے بعد اُن پر عذاب نازل ہوگا۔ جاؤ۔ اُنہیں خبر دے دو۔ حضرتؑ نے فرمایا یہ مژدہ سُنکر جناب یونسؑ خوش ہو گئے۔ کچھ بھی تو اُنہیں رنج نہ ہوا مگر اُنہیں انجام معلوم نہ تھا۔ پس حضرت یونسؑ تنوخا عابد کے پاس گئے اور اُس سے بیان کیا کہ میرے پاس وحی آئی ہے کہ فلاں روز اس قوم پر عذاب نازل ہوگا۔ چلو اِن لوگوں کو خبر دیدیں۔ تنوخا بولا۔ انہیں گناہوں میں پڑا رہنے دو یہانتک کہ عذاب ان پر آپڑے۔ حضرت یونسؑ نے فرمایا اچھا روبیل کے پاس چلیں۔ وہ خاندانِ نبوت کا عالم اور حکیم ہے۔ دیکھو وہ اس معاملہ میں کیا مشورہ دیتا ہے۔ اب دونوں روبیل کے پاس گئے۔ حضرت یونسؑ نبی نے فرمایا اے روبیل! میرے پاس وحی آئی ہے کہ وسط شوال میں بدھ کے دن سورج نکلنے کے بعد ان لوگوں پر عذاب نازل ہوگا۔ اب تمہاری کیا رائے ہے؟ آیا اِن لوگوں کو نزولِ عذاب کی خبر دے دیں (یا کیا؟) روبیل نے عرض کیا آپ خدا کی طرف صاحبِ حکمت نبی اور رسولِ کریم کی مانند رجوع کریں اور واپسیٔ عذاب کی دعا مانگیں کہ خدا اُن کے عذاب سے غنی ہے اور وہ اپنے بندوں پر مہربانی کو پسند کرتا ہے۔ اگر ان پر عذاب نازل ہوگا تو اس سے آپ کو نفع نہ پہنچیگا

اور نہ آپ کی پیش خدا منزلت بڑھے گی۔ شاید آپ کی قوم کسی دن ایمان لے آئے۔ اگرچہ آپ اُن کے کفر کو سن چکے۔ اُن کے انکار کو مشاہدہ فرما چکے۔ پس آپ کچھ اور صبر فرمائیں۔ اور توقف کریں۔ تنوخا نے کہا افسوس ہے تم پر اے روبیل یہ تم کیسی رائے دیتے ہو حالانکہ وہ لوگ کافر ہو چکے۔ نبیؑ خدا کا اُنہوں نے انکار کیا اور جھٹلایا۔ گھر سے اُن کو نکالدیا۔ سنگسار کرنیکا وہ ارادہ رکھتے ہیں۔ روبیل نے کہا اے تنوخا چپ رہ تو ایک مرد عابد ہے۔ علم تجھ میں بالکل نہیں۔ پھر روبیل حضرت یونسؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کیا اے یونسؑ! یہ تو فرمایئے کہ جب خداوندِ عالم آپ کی قوم پر عذاب نازل کریگا تو آیا سب کو ہلاک کر دیگا یا بعض کو ہلاک کرے گا اور بعض کو باقی رہنے دیگا؟ حضرت یونسؑ نے جواب دیا بلکہ اُن سب کو ہلاک کر دیگا یہی میں نے خدا سے دعا کی ہے۔ میرا دل اُن پر مہربان نہیں ہے کہ میں خدا کی طرف رجوع کروں اور واپسی عذاب کی خدا سے دعا مانگوں۔ روبیل نے عرض کیا۔ اے یونسؑ کیا آپ کو یہ خبر ہے کہ اگر وہ لوگ عذاب نازل ہوتا ہوا دیکھیں تو اپنے گناہوں سے توبہ کرلیں اور (گڑگڑا کر) خدا سے بخشش کی دعا مانگیں پس خدا اُن پر رحم فرمائے کہ وہ ارحم الراحمین ہے اور عذاب کو اُن کی طرف سے پھیر دے حالانکہ آپ بدھ کے دن نازل ہونے کی خبر دے چکے ہو تو کہیئے کہ پھر آپ اُن کے نزدیک جھوٹے نہ ٹھہریں گے؟ تنوخا نے کہا اے روبیل! وائے ہو تجھ پر۔ تو نے بڑی مُنہ زوری کی۔ خدا نے اپنے رسول کو نزولِ عذاب کی وحی کی ہے۔ خدا کا رسول خبر دے رہا ہے کہ اُن پر عذاب نازل ہوگا۔ اے روبیل! تو قولِ خدا و رسول کو رد کر رہا ہے اور قولِ رسول میں شک کرتا ہے چلا جا یہاں سے کہ تیرے سارے اعمال مٹ گئے۔ روبیل نے تنوخا سے کہا تیری عقل خراب ہوگئی (میں تجھ سے بات نہیں کرتا) پھر روبیل حضرت یونسؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کرنے لگے خیر آپ کو اختیار ہے جو چاہیئے کیجیئے) اپنی قوم پر خدا سے عذاب نازل کرایئے۔ اُس کا قول سچا ہے لیکن یاد رکھیئے، جب عذاب نازل ہوگا تو ساری قوم آپ کی ہلاک ہو جائے گی۔ بستیاں اُنکی اُجڑ جائینگی تو کیا آپ کا نام نبیوں کے دفتر سے خدا تعالےٰ محو نہ فرمائیگا اور آپ کی رسالت کو نہ مٹائیگا۔ اُس وقت آپ مثل اور لوگوں کے ہو جائیں گے۔ کیا آپ کو ایک لاکھ سے زیادہ بندوں کا مرنا پسند ہے؟ حضرت یونسؑ نے روبیل کی نصیحت نہ سُنی اور تنوخا کو ساتھ لے اپنی قوم کو وحیِ خدا سے خبر دی کہ وسطِ شوال میں بدھ کے دن سورج نکلنے کے بعد تم پر خدا کا عذاب نازل ہوگا۔ اُن لوگوں نے قولِ یونسؑ کو رد کر دیا اور جھٹلایا۔ اور بری طرح اپنی بستی سے نکال دیا۔ حضرت یونسؑ تنوخا کے ہمراہ بستی سے تھوڑی دُور جا ٹھہرے اور عذاب خدا کا انتظار کرنے لگے۔ روبیل اپنی قوم کے ہمراہ بستی میں رہا یہانتک کہ ماہ شوال شروع ہوا تو روبیل نے ایک پہاڑی پر چڑھکے بلند آواز سے اپنی قوم کو پکارا۔ اے قوم آگاہ ہو جاؤ کہ میں روبیل ہوں اور تم پر بڑا مہربان ہوں۔ تم نے عذابِ خدا کا انکار کیا۔ اب وہ مہینہ جس میں نزولِ عذاب کی یونسؑ نبی نے خبر دی تھی شروع ہوگیا۔ اس مہینہ کے وسط میں بدھ کے دن طلوعِ آفتاب کے بعد عذاب تم پر نازل ہوگا۔ خدا اپنے

رسول سے ہرگز جھوٹا وعدہ نہیں کرتا۔ اب اپنی اپنی تدبیروں میں غور کرو۔ اس کلام نے سب کے دلوں کو ہلا دیا وہ سب خوفزدہ ہو گئے اور انکے دلوں میں یہ بات بیٹھ گئی کہ بیشک ہم پر عذاب نازل ہوگا۔ پس وہ سب روبیل کے گرد جمع ہوئے اور کہنے لگے اے روبیل! تم عالم اور حکیم ہو تم ہی ہم کو مشورہ دو۔ (افسوس) ہم نہ جانتے تھے کہ تم ہم لوگوں پر اس درجہ مہربان ہو۔ جو کچھ تم نے حضرت یونسؑ کو مشورہ دیا تھا اس کی ہمیں خبر پہنچ گئی ہے۔ اب اپنی رائے ظاہر کرو اور ہم کو حکم دو (کہ ہم اسے بجا لائیں) روبیل نے جواب دیا بس میرے نزدیک یہی مناسب ہے اور یہی میری رائے ہے کہ (اس دن کا) انتظار کرو اور آمادہ رہو۔ جب چہارشنبہ کی صبح وسط شوال میں طلوع کرے تو تم بچوں کو ان کی ماؤں سے جدا کرو۔ بچے تو پہاڑ کے نیچے جنگل کی راہوں میں رہیں۔ عورتیں پہاڑ کی چوٹی پر کھڑی ہوں۔ یہ سب باتیں طلوع صبح سے پہلے پہلے طے ہو جائیں۔ پھر تم سب بوڑھے اور بچے ملکر فریاد کرو اور خوب روؤ اور خدا کی درگاہ میں رو رو کے توبہ کرو اور استغفار پڑھو اور آسمان کی طرف سر اٹھا کے یوں کہو پروردگار! بیشک ہم نے ظلم کیا اور تیرے نبی کو جھٹلایا۔ اب ہم اپنے گناہوں سے تیری جناب میں توبہ کرتے ہیں۔ اگر تو ہمیں نہ بخشیگا اور ہم پر رحم نہ فرمائیگا تو ضرور ہم نقصان اٹھائینگے اور تیرے عذاب میں گرفتار ہو جائینگے۔ (اے ہمارے معبود!) تو ہماری توبہ قبول کرلے اور اے ارحم الراحمین! تو ہم پر رحم فرما۔ پھر جبتک آفتاب غروب نہ کرے یا عذاب دور نہو برابر روتے پیٹتے اور غل مچاتے رہنا۔ پس ان لوگوں نے روبیل کی رائے پسند کرلی اور سب متفق ہو گئے کہ جو کچھ روبیل نے مشورہ دیا ہے اسپر عمل کریں۔ جب نزول عذاب والا بدھ کا دن آگیا تو روبیل اس بستی سے جدا ہو گئے اور ایسی جگہ جا بیٹھے جہاں سے انکی فریاد کو سنیں اور عذاب کو نازل ہوتے دیکھیں۔ جب چہارشنبہ کی صبح ظاہر ہوئی تو قوم یونسؑ نے وہی کیا جو روبیل نے انہیں حکم دیا تھا۔ جس وقت آفتاب بلند ہوا تو کالی زردی مائل آندھی تیزی سے اٹھنے لگی۔ بھیانک آوازیں اس سے آتی تھیں۔ جونہی ان لوگوں نے آندھی کو دیکھا سب کے سب چیخنے لگے۔ اور رو رو کے خدا کی درگاہ میں توبہ کرنے لگے اور بخشش کی دعائیں مانگنے لگے۔ بچے رو رو کر اپنی ماؤں کو ڈھونڈتے تھے۔ اور جانوروں کے بچے اپنی اپنی دودھ پلانے والی کی تلاش میں الگ غل مچا رہے تھے۔ چارپائے اپنے گدریوں کی تلاش میں الگ دوڑتے پھرتے تھے۔ اسی حالت میں وہ دیر تک مبتلا رہے۔ حضرت یونسؑ اور تنوخا ان کی آوازیں اور شور و فریاد سن رہے تھے اور دعا کر رہے تھے کہ خداوندا تو ان پر عذاب کو اور سخت کر دے روبیل بھی ان کا چیخنا چلانا سن رہے تھے اور نازل ہونیوالا عذاب دیکھ رہے تھے اور دعا کرتے تھے خدایا تو اس عذاب کو دور کردے۔ پس جب ڈھل گیا اور آسمان کے دروازے کھل گئے تو پروردگار کا غضب ٹھیر گیا۔ خدائے رحمن نے ان پر رحم فرمایا اور انکی دعا منظور کی اور ان کی توبہ قبول فرمائی اور ان کی خطائیں معاف کیں اور اسرافیلؑ کو وحی کی کہ اے اسرافیلؑ تم قوم یونسؑ کے پاس جاؤ کہ ان لوگوں نے میرے سامنے فریاد کی اور رو رو کے مجھ سے توبہ کی اور مجھ سے بخشش چاہی۔ پس میں نے ان پر رحم کیا اور ان کی

توبہ قبول کر لی کیونکہ میں توبہ قبول کرنیوالا مہربان خدا ہوں۔ جو بندہ میری درگاہ میں اپنے گناہوں سے توبہ کرے میں اُس کی توبہ جلد قبول کر لیتا ہوں۔ میرے بندے اور میرے رسول یونسؑ نے اپنی قوم پر نزولِ عذاب کی دعا کی تھی میں نے اُن پر عذاب نازل کر دیا۔ اور میں معبودِ برحق ہوں۔ اپنے عہد کا سب سے زیادہ وفا کرنے والا ہوں مگر یونسؑ نے جس وقت مجھ سے ان پر عذاب نازل کرنیکا سوال کیا تھا تو یہ شرط نہیں لگائی تھی کہ میں اُن کو ہلاک بھی کر دوں۔ لہذا اے اسرافیلؑ تم زمین پر اترو اور میرے عذاب کو ان لوگوں سے پھیر دو۔ اسرافیلؑ نے عرض کی پروردگارا! تیرا عذاب تو اُن کے کندھوں تک پہنچ چکا۔ قریب ہے کہ وہ اُن سب کو ہلاک کر دے۔ میں تو یہی دیکھ رہا ہوں کہ عذاب اُن کے قریب ہو گیا ہے۔ اب میں اُس کو کہاں لیجاؤں کس طرف پھیروں؟ ارشادِ باری ہوا اے اسرافیلؑ ہرگز ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ میں نے اپنے فرشتوں سے کہدیا ہے کہ جب تک میرا حکم نہ پہنچے عذاب اُن پر نہ اُترنے دو۔ اے اسرافیلؑ جلد اترو اور اُن پہاڑوں پر اور چشموں کے نکلنے کے موقعوں پر اور سیلابوں کے جاری ہونے کے مقاموں پر جو بڑے بڑے سرکش پہاڑوں پر ہیں جو دوسرے پہاڑوں کے مقابلہ میں غرور کرتے ہیں اس عذاب کو پہنچا دو کہ اسکی وجہ سے اُن پہاڑوں کو ذلت حاصل ہوگی اور وہ نرم پڑ جائینگے اور جم کر لوہا بنجائینگے۔ پس اسرافیلؑ اُترے اور اپنے پروں کو پھیلا کے اُن پہاڑوں پر عذاب کو ٹپک دیا جن کے بارے میں خدا نے حکم دیا تھا۔ جناب امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں وہ پہاڑ موصل کے اطراف میں ہیں پس قیامت تک اُن میں سے لوہا نکلتا رہیگا۔ جب قوم یونسؑ نے دیکھا کہ عذاب اُن کے سروں سے ہٹ گیا تو سب کے سب پہاڑ کی چوٹیوں سے اُتر کر اپنے اپنے گھروں میں آگئے اور اپنی عورتوں کو اور اپنے بال بچوں کو اور اپنے مال مویشی کو جمع کر لائے اور اس بات پر خدا کا شکر بجا لائے کہ اُن سے عذاب کو ہٹا دیا۔ پس حضرت یونسؑ اور تنوخا جب پنجشنبہ کی صبح کو اُس جگہ سے جہاں وہ بیٹھے اُٹھے تو اُنھوں نے غل و شور بند ہو جانے سے جان لیا کہ بیشک عذاب نے اُن سب پر نازل ہو کر اُن کو ہلاک کر دیا۔ پس صبح سویرے سورج نکلنے کے ساتھ اُن لوگوں کا حال دیکھنے کے لئے بستی کی طرف چلے۔ جب قریب پہنچے تو دیکھا کہ لکڑہارے اور گدھے والے اور چرواہے بستی سے نکل رہے ہیں اور وہ لوگ نہایت اطمینان میں ہیں۔ یہ حال دیکھکر حضرت یونسؑ نے تنوخا سے فرمایا کہ وحی نے میری تکذیب کی۔ اس گروہ سے میرا وعدہ خلاف ہوا۔ خدا کی قسم بعد اس تکذیب کے اب یہ لوگ میرا مُنہ نہ دیکھیں گے۔ پس یہ کہکر حضرت یونسؑ دریائے ایلہ کی طرف (بغیر حکم خدا) خفا ہو کے بھاگ نکلے۔ اس خیال سے کہ جب یہ لوگ مجھے دیکھینگے تو جھوٹا کہینگے۔ چنانچہ خداوند عالم اس واقعہ کی خبر آیۂ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ الخ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۵۲۴ سطر ۱۰) میں دیتا ہے۔ اور تنوخا بستی میں آیا۔ روبیل سے ملاقات کی۔ روبیل نے کہا اب فرمایئے اُن دونوں رایوں میں سے کونسی حق پر تھی تمہاری یا میری۔ تنوخا نے جواب دیا آپ نے حکیم اور عالم کی سی

رائے دی۔ آپ ہی کا مشورہ ٹھیک تھا۔ میں تو ہمیشہ اپنی عبادت و پرہیز گاری کی وجہ سے اپنے کو آپ پر فضیلت دیتا تھا۔ آج آپ کی فضیلت ظاہر ہوئی۔ خدا نے آپ کو علم و حکمت سے ممتاز کیا ہے۔ اس پر آپ متقی بھی ہیں۔ یہ باتیں اس عبادت اور زہد سے افضل ہیں جو بغیر علم کے ہو۔ پس یہ دونوں آپس میں ہل جُل کے اپنی قوم میں رہے اور حضرت یونسؑ تو اُسی وقت وہاں سے خفا ہو کے چلے گئے تھے اور آن کا پورا واقعہ اس طرح گزرا تھا جس کی خدا تعالےٰ نے اپنی کتاب میں وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰی حِیْنٍ تک خبر دی ہے ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کی کہ یا ابن رسولؐ اللہ حضرت یونسؑ کتنے دن قوم سے غائب رہے کہ پھر اُن میں نبوت اور رسالت کے ساتھ آئے۔ پس وہ لوگ اُن پر ایمان لائے اور اُن جناب کی تصدیق کی۔ حضرت نے فرمایا چار ہفتے۔ ایک ہفتہ میں دریا کے کنارے پہنچے۔ دوسرے ہفتہ مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ تیسرا ہفتہ کدو کے درخت کے نیچے گزرا۔ چوتھے ہفتہ میں اپنی قوم کی طرف واپس آئے۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں میں نے عرض کی کہ آیا یہ ہفتے مہینوں کے تھے یا دنوں کے یا ساعتوں کے؟ حضرت نے جواب دیا کہ اے ابو عبیدہ اُن لوگوں پر میدان میں عذاب نیمۂ شوال میں بدھ کے دن آیا تھا اُسی دن وہ ہٹ گیا اور حضرت یونسؑ خفا ہو کر جمعرات کے دن چل دیئے۔ سات دن تو سمندر تک پہنچنے میں صرف ہوئے اور سات دن مچھلی کے پیٹ میں بسر ہوئے اور سات دن خالی جگہ کدو کے درخت کے نیچے پڑے رہے۔ سات روز میں اپنی قوم کی طرف لوٹے۔ یہ کل اٹھائیس روز ہوئے جبکہ حضرت یونس علیہ السلام اُن لوگوں کے پاس آئے تو وہ لوگ مومن ہو گئے اور سب نے حضرت یونسؑ کو سچا جانا اور فرمانبرداری اختیار کی اسی وجہ سے خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ٥ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۳۴۹ سطر ۷) علل الشرائع میں ہے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کیا وجہ ہے کہ قومِ یونسؑ سے عذاب ہٹا دیا گیا حالانکہ عذاب اُن کے سروں پر پہنچ چکا تھا۔ یہ حال کسی اور اُمت کا کیوں نہ ہوا؟ حضرت نے جواب دیا بات یہ ہے کہ خدا کے علم میں یہ گزر چکا تھا کہ قومِ یونسؑ توبہ کریگی اس وجہ سے عذاب اُن سے روک دیا جائیگا۔ خدا نے جو حضرت یونسؑ کو پہلے سے مطلع نہ کیا (کہ عذاب انہیں ہلاک نہ کریگا) تو اُس کا سبب یہ ہے کہ خداوند عالم کو منظور تھا کہ یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ میں اپنی عبادت کے لئے فارغ البال بنا دے تاکہ زیادتی ثواب اور کرامت کے وہ مستحق ہو جائیں۔ کافی میں اُنہی جناب سے منقول ہے کہ خبر عذاب دیتے وقت جبرئیلؑ نے قوم کی ہلاکت کو مستثنےٰ کر دیا تھا۔ لیکن حضرت یونسؑ نے اس کو غور سے سُنا۔ تفسیر قمی اس واقعہ کے بیان میں تفسیر عیاشی سے موافق ہے۔ فرق اتنا ہے کہ ایک تو واقعہ مختصر کر کے بیان کیا ہے دوسرے عابد کا نام بجائے تنوخا کے ملیخا لکھا ہے۔ تیسرے آخر میں کچھ اور بڑھا دیا ہے جو ہم سورۂ والصافات کی تفسیر میں انشاء اللہ درج کریں گے۔ اور اسی قصہ کا کچھ حصہ سورۂ انبیاء میں بھی آئیگا۔

تفسیر علی بن ابراہیم قمی میں جمیل سے مروی ہے وہ کہتا ہے مجھ سے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم نے یونسؑ کو انکی قوم پر مبعوث کیا۔ وہ جناب اُن لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتے تھے۔ مگر وہ لوگ انکار کرتے تھے اور کہنا نہ مانتے تھے۔ پس حضرت یونسؑ نے اُن کے حق میں بد دعا کرنے کا ارادہ کرلیا۔ اُس قوم میں (صرف) دو آدمی مسلمان تھے۔ ایک عابد تھا دوسرا عالم تھا۔ ایک کا نام تنوخا اور دوسرے کا نام روبیل تھا۔ وہ عابد حضرت یونس علیہ السلام کو بد دعا پر اُبھارتا تھا اور عالم روکتا تھا اور کہتا تھا اے حضرت یونسؑ آپ انہیں بد دعا نہ دیجئے کیونکہ آپ کی دعا خداوند عالم قبول تو فرمالیگا مگر اُسے اپنے بندوں کا ہلاک کرنا پسند نہیں۔ پس حضرت یونسؑ نے عابد کا کہنا کیا اور عالم کی بات نہ مانی اور اُن کے حق میں دعائے بد کر ہی دی خدا نے وحی نازل فرمائی کہ فلاں سن فلاں مہینے فلاں روز اُن پر عذاب نازل ہوگا۔ جب نزولِ عذاب کا وقت قریب آگیا حضرت یونسؑ عابد کو لئے ہوئے بستی سے نکل کھڑے ہوئے۔ وہ مردِ عالم اُنہی لوگوں میں رہ گیا جب وہ دن آیا اور عذاب نازل ہوتا معلوم ہوا تو عالم نے اپنی قوم سے پکار کے کہا یٰۤاَیُّہَا النَّاس خدا کی درگاہ میں روؤ پیٹو تاکہ وہ تم پر رحم فرمائے اور عذاب تم سے پھیر دے۔ اُن لوگوں نے کہا اب ہم کیا تدبیر کریں۔ عالم نے جواب دیا تم سب کے سب جنگل میں نکل پڑو۔ عورتوں سے اولاد کو اونٹوں اور گایوں اور بکریوں سے اُن کے بچوں کو جدا کر دو پھر رو رو کے دعا مانگو۔ پس وہ لوگ صحرا میں چلے گئے۔ عالم کی بتائی ہوئی تدبیر عمل میں لائے۔ چیخیں مار مار کے روئے۔ خدا نے اُن پر رحم کیا۔ عذاب کو اُن سے پھیر دیا۔ وہ عذاب پہاڑوں پر گرا دیا گیا حالانکہ اُن کے قریب ہو چکا تھا۔ پس حضرت یونس علیہ السلام یہ دیکھنے کے لئے کہ اُس قوم کو خدا نے کیونکر ہلاک کیا بستی کی طرف چلے۔ دیکھا کہ کسان لوگ کھیتی کا کام کر رہے ہیں۔ حضرت یونسؑ نے فرمایا (اے کسانو! یہ تو بتاؤ، قومِ یونسؑ نے کیا عمل کیا (جو عذاب اُن سے واپس گیا) اُن لوگوں نے جناب یونسؑ کو نہ پہچانا کہنے لگے کہ حضرت یونسؑ نے اُن کے بارے میں بد دعا کی تھی۔ خدا نے اُن کی دعا قبول فرمالی۔ عذاب اُن پر نازل ہوا پس وہ لوگ سب جمع ہوئے اور رو رو کے دعا مانگی۔ خدا نے اُن پر رحم فرمایا اور عذاب اُن سے پھیر کے پہاڑوں پر ڈال دیا۔ اب وہ لوگ یونسؑ نبی کو تلاش کر رہے ہیں کہ اُن پر ایمان لائیں۔ یہ سُنکر حضرت یونسؑ کو غصہ آگیا۔ اُسی وقت مُنہ اُٹھائے خفا ہو کے (بغیر حکمِ خدا) چل دئے۔ جیساکہ باریتعالیٰ نے خود اس قصہ کو بیان فرمایا ہے وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا الخ یعنی یونسؑ غصہ ہو کر چلدیئے اور دریا کے کنارے پہنچے۔ دیکھا ایک کشتی پڑی ہے لوگ اُسے چلانا چاہتے ہیں۔ یونسؑ نے آواز دی اس کشتی میں مجھے بھی بٹھالو۔ پس کشتی والوں نے اُن کو سوار کرلیا۔ جب وہ کشتی بیچوں بیچ دریا میں پہنچی خدا نے ایک بڑی مچھلی کو وہاں بھیجدیا جس نے کشتی کو سامنے سے روک لیا۔ جونہی حضرتؑ کی نظر اُس مچھلی پر پڑی کانپ اُٹھے اور کشتی کے پچھلے حصہ میں جا بیٹھے۔ مچھلی بھی اُسی طرف پہنچ گئی اور مُنہ اپنا کھولدیا۔ یہ حال دیکھ کر کشتی والے نکل کر کہنے لگے ضرور ہم میں کوئی نافرمان بندہ ہے۔ اُن لوگوں نے قرعہ ڈالا۔ قرعہ حضرت یونسؑ کے

کے نام نکلا جیسا کہ خدا فرماتا ہے فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۲۰۷ سطر آخر) پس کشتی والوں نے حضرت یونسؑ کو اٹھا کر دریا میں پھینکدیا۔ دریا میں گرتے ہی مچھلی انہیں نگل کے چلتی بنی۔ ایک یہودی نے جناب امیرالمومنین علیہ السلام سے سوال کیا تھا بتایئے وہ کونسا قیدخانہ ہے جو قیدی کو لئے ہوئے زمین کے اطراف میں گھومتا رہا۔ حضرت نے فرمایا وہ قیدخانہ ایک مچھلی ہے جس کے پیٹ میں حضرت یونسؑ قید کئے گئے تھے۔ پھر وہ مچھلی دریائے قلزم میں پہنچی۔ وہاں سے دریائے مصر میں آئی۔ پھر دریائے طبرستان گئی پھر دجلہ میں وارد ہوئی۔ پھر وہ زمین کے نیچے اس مقام پر پہنچی جہاں قارون جو حضرت موسےٰ علیہ السلام کے زمانے میں ہلاک ہوا تھا قید تھا۔ اس پر خدا نے ایک فرشتہ مقرر کیا تھا جو اسے ہر روز زمین میں ایک قد آدم دھنسا دیتا تھا۔ حضرت یونسؑ علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں خدا کی تسبیح کرتے تھے اور استغفار پڑھتے تھے۔ جیسے ہی یہ آواز قارون نے سنی تو اس نے فرشتہ سے کہا آپ مجھے تھوڑی مہلت دیجئے کہ میں نے آدمی کی آواز سنی ہے۔ (میں اس سے کچھ باتیں کروں) خدا نے فرشتہ کو الہام کیا کہ اسے مہلت دیدو۔ فرشتہ نے قارون کو بات کرنے کی اجازت دی۔ قارون نے کہا تم کون ہو؟ (تمہارا کیا نام ہے؟) حضرت یونسؑ نے جواب دیا۔ میں ایک بھاگا ہوا بندہ یونس بن متےٰ ہوں۔ قارون نے کہا کہ اے حضرت یونسؑ بتایئے کہ حضرت موسےٰ بن عمران نے جو خدا کے بارے میں شدید الغضب تھے کیا کیا؟ حضرت یونسؑ نے جواب دیا بہت دن ہوئے کہ انہوں نے وفات پائی۔ قارون نے کہا اچھا یہ تو فرمایئے کہ حضرت ہارونؑ بن عمران جو اپنی قوم پر مہربان اور رحمدل تھے کیا ہوئے۔ حضرت یونسؑ نے جواب دیا وہ بھی انتقال کر گئے۔ پھر قارون نے ان سے کلثم بنت عمران کا حال دریافت کیا جو اس سے نامزد تھیں۔ جناب یونسؑ نے فرمایا عرصہ ہوا وہ بھی مر گئیں۔ اب کوئی آلِ عمران سے باقی نہیں رہا۔ قارون نے کہا۔ افسوس آلِ عمران میں سے کوئی نہ بچا۔ (چونکہ قارون نے آلِ عمران کے فنا ہو جانے کا افسوس کیا تھا اسکی جزا میں خداوندِ عالم نے نگہبان فرشتہ کو حکم دیا کہ جبتک دنیا باقی ہے اتنے دن قارون سے عذاب کو روک دے، پس عذاب اس سے اٹھا دیا گیا۔ جب حضرت یونسؑ نے یہ حال دیکھا تو ظلمات میں عرض کیا خدایا تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ بیشک میں نے اپنے نفس کو ستایا (کہ بغیر تیرے حکم کے چلا آیا) خدا نے حضرت یونسؑ کی توبہ قبول کر لی اور مچھلی کو حکم دیا کہ یونسؑ کو اُگل دے۔ اس نے حضرت یونسؑ کو دریا کے کنارے ڈالدیا در آنحالیکہ انکی کھال اور گوشت جاتا رہا تھا۔ خدا نے کدو کا درخت اُگایا جس نے حضرت یونسؑ کو دھوپ سے بچایا۔ کچھ دنوں حضرت یونسؑ اس کے سایہ میں رہے۔ پس خدا نے کدو کے درخت کو حکم دیا کہ ان پر سے ہٹ جائے۔ دھوپ کی تیزی نے جناب یونسؑ کو بیچین کر دیا۔ خدا نے ان کے پاس وحی بھیجی۔ اے یونسؑ تم کو ایک لاکھ سے زیادہ پر رحم نہ آیا اور خود ایک ساعت کی اذیت میں گھبرا گئے۔ حضرت یونسؑ نے عرض کی پروردگارا بخشدے۔ میں تجھ سے معافی چاہتا ہوں۔ پس خداوندِ عالم نے ان کو تندرستی عطا فرمائی۔ وہ اپنی قوم میں واپس آئے۔ وہ لوگ ان جناب پر ایمان لائے جیسا کہ خدا فرماتا ہے فَلَوْلَا كَانَتْ

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ٥ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۲۲۴ سطر ۳) روایت ابی الجارود میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے یوں منقول ہے کہ حضرت یونسؑ تین روز مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ پس انہوں نے تین ظلمتوں میں کہ ایک ظلمت تو دریا کی تھی دوسری تاریکی رات کی تھی تیسری اندھیری مچھلی کے پیٹ کی تھی۔ آواز دی کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۵۲ سطر ۱) خدا نے انکی دعا قبول فرمائی۔ مچھلی نے ان کو کنارے پر ڈالدیا۔ خدا نے سایہ کے لئے ایک کدو کی بیل ان کے قریب اُگادی۔ وہ حضرت اُسے چوستے تھے اور اسکے پتوں کا اپنے بدن پر سایہ کرتے تھے۔ بال ان کے اڑ گئے تھے۔ کھال انکی باریک پڑ گئی تھی۔ وہ حضرت رات دن خدا کی تسبیح کرتے تھے اور رات دن اُس کی یاد میں مشغول رہتے تھے۔ پس جب بدن میں اُنکے قوت آگئی اور اعضا سخت ہوگئے تو خدا نے دیمک کو بھیجدیا۔ دیمک نے بیل کی جڑ کو کھالیا جس سے وہ بیل خشک ہوگئی۔ اُس کا سوکھ جانا جناب یونسؑ پر شاق گزرا۔ اور رنجیدہ ہوگئے۔ خدا نے وحی کی اے یونسؑ تمہارے حزن و ملال کا سبب کیا ہوا؟ یونسؑ نے عرض کی پروردگارا! دیمک نے اس بیل کو جو مجھ پر اپنے پتوں سے سایہ کرتی تھی خراب کردیا وہ سوکھ گئی۔ ارشادِ باری ہوا اے یونسؑ تم ایک درخت کے خشک ہوجانے سے جس کو نہ تمنے بویا تھا نہ اُسے تم نے سینچا تھا اور نہ تمہیں اسکی چنداں پروا تھی فقط اس لئے رنجیدہ ہوگئے کہ وہ تم پر سایہ کیا کرتی تھی مگر ایک لاکھ یا زیادہ آدمیوں کے لئے تم غمگین نہ ہوئے۔ آگاہ ہوجاؤ کہ اہل نینوا ایمان لے آئے اور پرہیزگار ہوگئے۔ اے یونسؑ تم اُن کے پاس واپس جاؤ۔ پس حضرت یونسؑ چلے۔ جب نینوا کے قریب پہنچے تو بستی میں جانے سے شرم آئی۔ ایک چرواہے سے ملاقات ہوئی۔ اُس سے جناب یونسؑ نے فرمایا تو اہل نینوا کو خبر کردے کہ یونسؑ آگئے چرواہا بولا آپ جھوٹ بولتے ہیں آپکو شرم نہیں آتی۔ یونسؑ تو دریا میں ڈوب کے ملک عدم کو چلے بھی گئے۔ حضرت یونسؑ نے فرمایا اگر یہ بکری گواہی دے کہ میں یونسؑ ہوں تو تو مان لیگا؟ چرواہے نے کہا بیشک۔ حضرت یونسؑ نے عرض کیا۔ خدایا! تو اس بکری کو گویائی عطا فرما کہ وہ میرے یونسؑ ہونے کی گواہی دے۔ پس بکری نے بزبان فصیح کہا ہاں یہ یونسؑ خدا کے نبی ہیں۔ جب چرواہا اپنی قوم کے پاس یہ خبر لیکر آیا اور اُن سے حضرت یونسؑ کا آنا بیان کیا تو اُن لوگوں نے اُس چرواہے کو پکڑ لیا اور پیٹنے کا ارادہ کیا۔ چرواہے نے کہا جو میں کہتا ہوں۔ اُس کا میرے پاس گواہ موجود ہے وہ گواہ یہ بکری ہے جو میری سچائی اور یونسؑ کے واپس آنے کی گواہی دیگی۔ پس وہ بکری بقدرتِ خدا گویا ہوئی اور گواہی دی۔ یہ حال یہ دیکھ کر وہ لوگ تلاشِ حضرت یونسؑ میں بستی سے نکل پڑے۔ اور سب کے سب حاضرِ خدمت ہوئے اور بصدق دل ایمان لائے۔ خدا نے اُن کو عذاب سے نجات دینے کے بعد ایک مدت تک زندہ رکھا۔

تمام شد